

ایک بقیۃ السلف عالم دین

علامہ مولانا

مارتو گٹ

کی

کہانی اسکی اپنی زبان

مراوی :- صاحبہ سوانح مدظلہ :-

روایت :- مولانا فضل مولیٰ صاحب مدرس العلوم حقانیہ

ترجمہ :- ادارۃ الحق :-

بزرگوار کے شاہان مغربی سرحدی علاقے اور کوہستانی علاقے پرورد میں علم و فضل کے لحاظ سے
 بڑے مردم خیز واقع ہوئے ہیں۔ یہاں بیشمار ایسے اکابر علم و حکمت اور ایمان رشد و ہدایت
 بزرگ گذرے جن کا علم و تقویٰ اور جامع کمالات شخصیت پرورد عالم اسلام کے لئے
 موجب فخر اور لائق تحسین بن سکتی تھی۔ مگر ایک تو دور دراز سنگلاخ اور دشوار گزار علاقوں
 میں رہائش پھر بعض وجوہات سے عموماً تحریر و تصنیف کا موقع نہ ملنے اور پھر ان بزرگوں
 کی طبعی عزت نشینی اور شہرت و نمود سے گریز نے ان کے فضائل اور کمالات کے غلط
 کو بھی محدود رکھا نہ ان کی سوانح حیات مرتب ہوئی۔ نہ علوم و فیض مدون ہو سکے۔ نہ انکی
 علمی و فکری ورثہ سے عام عالم اسلام اور بزرگوار کا بروہا عالم رجال شخصیتیں پشٹون علاقوں، پہاڑوں اور
 اداروں، دارالعلوم، درسگاہوں سے شہ سارے نہ ادھر انہوں، تحریکیں اور جماعتوں
 کا رواج ہوا۔ نتیجہ ایسے لائق افتخار اکابر و عالم رجال شخصیتیں پشٹون علاقوں، پہاڑوں اور
 بستیوں کے گزشتہ حکومت کی نذر ہو گئیں۔ گزشتہ کی بارگاہ میں ان کے - قہار تہ عالیہ اور مدارج
 میں اس سے کمی نہیں آئی، ایسے ہی بقیۃ السلف اور علمی لحاظ سے جامع شخصیتوں میں
 حضرت مولانا خان بہادر صاحب، مولانا عمر صاحب مولانا مارتو گٹ، صاحب سابق مدرس
 دارالعلوم مسید و شریف سوات بھی ہیں۔ جو مجدد بقیۃ حیات ہیں۔ زندگی بحر علوم و فنون کا
 دس و تدریس ان کا شیوہ رہا۔ پشٹون علاقوں میں معقولات اور علوم عقلیہ تو انہیں امامت

کادر حاصل ہوا اس وقت اپنے دور دراز پہاڑی وطن میں مقیم ہیں۔ الحق ایسے اکابر کی سوانح اور احوال کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت خوش قسمتی سے مولانا موصوف کے ایک بھائی اور قابل و فاضل تلمیذ مولانا فضل مولیٰ صاحب چکبیری دارالعلوم حقانیہ میں فرائض تدیس انجام دے رہے ہیں جو ۶ سال تک مسلسل مولانا سے شرف تلمذ پانچکے ہیں پچھلے دنوں تعطیلات کے دوران انہوں نے اس غرض سے مولانا مدظلہ کے پاس جانے کا سفر کیا، اور کئی دن ان کے پاس ٹھہر کر ان کی سوانح پشتو زبان میں ان کی زبانی تلمذ فرمائی۔ اور ہم آج اسے پشتو سے اردو میں منتقل کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (س)



تاریخ ولادت | ۱۳۱۶ھ تخمیناً

نسب | والدہ کی جانب سے صدیقی اور والدہ کی جانب سے پٹان قوم نصرت خیل پھر نصرت خیل میں خاص طور پر بنیان خیل حیدر خیل ہے۔

سکونت | مقام سکونت ڈیرہ مضافات دیدل کماچ علاقہ چیرزئی، ضلع سوات۔

ابتدائی تعلیم | میری عمر تین برس تھی کہ میرے قبلہ گاہ والد صاحب ہندوستان چلے گئے اور وہیں لاپتہ ہو گئے، بلکہ آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ میری والدہ صاحبہ نے میری تربیت شروع کی جبکہ وہ اپنے بھائی (میرے ماموں) کے گھر پر مقیم تھیں۔ میری عمر سات برس کی ہو گئی۔ اور آٹھویں سال میں داخل ہوا تو میری والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ میرے چچا جو مولانا شیر بہادر صاحب موصنع چکبیری میں حضرت علامہ مولانا امان اللہ خان صاحب مصنف امانیہ سے محفولات کی کتابیں پڑھتے تھے۔ میری والدہ کی وفات سے باخبر ہوئے تو فی الحال ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھے مختلف دجوات کی بناء پر اپنے ساتھ لے گئے۔

تقریباً ۶ ماہ کے عرصہ میں میں نے ناظرہ قرآن شریف موصنع بلیانی مضافات اکازی علاقہ غیر میں ختم کیا۔ اس کے بعد چچا صاحب کی ہدایت پر موصنع بلیانی کے علماء مولانا عتیق اللہ صاحب مرحوم

اور مولانا عبداللہ صاحب مرحوم وغیرہ سے فارسی کتابیں معہ خط و کتابت پڑھیں فارسی نظم میں میں نے زلیخا تم کیا۔ اور مولانا عتیق اللہ صاحب سے صرف میر شروع کی۔ اور تقریباً تین ماہ میں مزید کبیر سمیت زبانی یاد کیا۔ یہیں بلیانی میں علم صرف کی کتابیں صرف بہائی، زرا دی، زنجانی قلیل مدت میں پڑھیں، مراج الارواح شروع کر چکا تھا کہ میرے چچا علم صرف میں زیادہ تکمیل کی بناء پر مجھے بڈانہ گاؤں مضافات ہزارہ میں لیگئے موصنع بڈانہ علم صرف کی ایک مکمل درس گاہ تھی اور یہاں ایک کامل صرفی عالم موجود تھے۔ یہاں مراج الارواح ختم کی اور

قانون کھیوالی مشتمل بر ساٹھ قوانین صرف حفظاً یاد کیا۔ مراج کو بھی حفظاً یاد کیا تھا۔ اور نماز مغرب سے عشاء تک ان کتابوں کا دور پورا کرتا تھا۔ پھر اپنے چچا صاحب موصوف کی معیت میں فضول اکبری بھی یاد کرنی۔ علم صرف سے فارغ ہو کر علم نحو کی کتابیں شروع کیں۔ نظم مائے عامل اور شرح مائے عامل علاوہ چھچھ میں تھوڑے عرصہ میں یاد کر لیں۔ ہدایۃ النور نصف تک پہنچا چکا تھا کہ میرے چچا نے مجھے موضح بلایانی میں اپنے سابقہ اساتذہ کے بعد دوبارہ بلا لیا۔ اور خود تحصیل علم کے سلسلہ میں دہلی جا کر وہاں کے مدرسہ نعمانیہ میں داخلہ لیا اس وقت وہاں کے صدر مدرس مولانا پورول صاحب تھے۔ چچا جان وہاں سقیم ہو گئے تو پھر مجھے بھی بلا لیا۔ اور بلایانی کے اساتذہ نے ایک محمد شخص کے ساتھ مجھے دہلی بھیج دیا۔ میرے چچا نے طالب علمی کے ساتھ ساتھ دہلی کی کسی مسجد میں امامت اختیار کر لی تھی۔ کھانا جو آتا تھا ایک ہی شخص کے لئے کافی ہوتا تھا وہ مجھے کھلا دیتے اور خود فاقے کرتے۔

ٹونک میں آمد بالآخر فاقوں کی شدت سے تنگ آ گئے تو مجھے ساتھ لیکر ٹونک چلے گئے اس وقت ٹونک کی حکومت اور ولایت جناب ابراہیم خان کے ہاتھ میں تھی۔ شہر میں دو دینی مدرسے تھے ایک مدرسہ جس کا نام مدرسہ قافلہ تھا۔ نواب صاحب کے بھائی جرنل عبدالرحیم خان کی نگرانی میں تھا۔ اور جناب مولانا سیف الرحمن صاحب جو علاقہ شنگر چارسدہ کے باشندے تھے۔ اس کے صدر مدرس تھے۔ اور دوسرا مدرسہ خود نواب صاحب چلا رہے تھے جس کا نام مدرسہ خلیلیہ تھا۔ اس کے صدر اور سرپرست حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی تھے جو حضرت مولانا عبدالحق خیر آبادی کے براہ راست شاگرد تھے۔ یہاں فنون معقولات کے لئے اور اساتذہ مقرر تھے اور مہتمم مدرسہ حضرت مولانا موصوف متقدمین کی کتابیں مثلاً افق المبین، اشفاہ اور اشارات خود پڑھاتے تھے۔ کبھی کبھار جب حمد اللہ اور قاضی کا دس دینے لگتے تو اطراف و اکناف سے طلبہ بڑی کثرت سے جمع ہو جاتے مگر ہمارا داخلہ مدرسہ قافلہ میں ہوا۔ اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے صدر مدرس مولانا سیف الرحمن صاحب سے وطن سے واپسی میں سفر میں ساتھ ہو گیا۔ اور ان کی معرفت ہم نے مدرسہ قافلہ میں داخلہ لیا۔ میں نے اس مدرسہ میں تین سال گزارے پہلے سال میں کافیہ اور دوسرے سال شرح ملا باہمی مولوی کلن صاحب سے پڑھیں۔ جو اس زمانہ میں ایک ممتاز نحوی تھے۔ اور ان دو سالوں میں منطق کے بعض رسائل ایسا غوجی شرح تہذیب ملا حسن مسیبی وغیرہ بھی پڑھے۔ اس اثناء میں حکیم مولانا برکات احمد صاحب نے اپنے صاحبزادہ کو شرح جامی کا درس دینا شروع کیا یہ درس ان کی ڈیوڑھی میں ہوتا اور اونچے درجہ کے طلباء اس میں تبرکاً بڑی کثرت سے شرکت کرتے تو میں نے بھی حضرت حکیم صاحب کے صاحبزادہ کی معیت میں ان کا شرف تلمذ حاصل کیا اور دوسرے سال کے آخر میں مولانا حیدر حسن صاحب ٹونکی

سے جو مشاہیر علماء میں سے اور مدرسہ قافلہ کے نائب صدر تھے۔ حمد اللہ کا کچھ ابتدائی حصہ پڑھا۔ نیز اس مدرسہ میں مولانا محمد مصطفیٰ صاحب سے حساب اور مولانا حسن رضا صاحب سے سکندر نامہ پڑھا جو فارسی میں نہایت مشہور تھے، جبکہ اول الذکر صاحب میں مشاہیر علماء میں سے تھے۔

ابھی ہم ٹونک میں تھے کہ حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب کو مدرسہ فتح پوری دہلی کے اراکین نے سو روپیہ مشاہیرہ پر طلب کیا۔ ٹونک میں آپ کا مشاہیرہ پالیس روپے تھا۔ مولانا حکیم برکات احمد صاحب چونکہ نواب ٹونک کے خصوصی طبیب تھے۔ اس وجہ سے ان کا مشاہیرہ تین سو روپے ماہوار تھا۔

حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب کے فتح پوری مدرسہ تشریف لے جانے کے بعد تین ماہ کی مدت گزری تھی کہ میرے چچا صاحب بغرض علاج سورت راندر ایک پشتون حکیم کے پاس گئے۔

مدرسہ فتح پوری دہلی میں | مدرسہ فتح پوری دہلی میں میرا امتحان داخلہ سیدی کے فصل البطل جزو لایجزی میں مولانا سیف الرحمن صاحب مرحوم نے خود لیا۔ اس موقع پر میں نے حضرت مولانا کے مشکل سے مشکل سوالات کا برجستہ جواب دیا۔ تو بعد میں حضرت مولانا صاحب اکثر اپنی مجالس میں ذہانت کے لحاظ سے مجھے برق خاقت کہتے تھے۔ امتحان داخلہ کے بعد مجھے داخلہ مل گیا۔ یہ سن ۱۳۳۳ھ کی بات ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فنون کی اونچی کتابیں پڑھنے کی غرض سے علمی طبقوں کا رجحان مدرسہ عالیہ رامپور کی طرف بہت زیادہ تھا۔

مولانا قطب الدین غور غشتی | ہمارے حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب کی تجویز ہوئی کہ فتح پوری میں ایک ایسا جید معتمد معمر عالم لایا جائے، جو طلبہ کا مرجع ہو اور مدرسہ کی طرف رامپور کی طرح طلبہ کا رجحان پیدا ہو سکے۔ اس تجویز کی بناء پر غور غشتی (پچھڑ) کے مشہور عالم مولانا قطب الدین صاحب کو ۵۰ روپے ماہوار پر دعوت دی گئی۔ مولانا قطب الدین ایک معزز علمی خاندان اور نہان نواز گھرانہ کے فرد تھے اور بے حد مقروض ہو گئے تھے۔ اس لئے مجبوراً فتح پوری کی دعوت قبول کی ابھی یہاں حضرت موصوف مرحوم کو ایک سال ہی گزرا تھا کہ مدرسہ کے اطراف و اکناف سے یہاں تک کہ رامپور سے بھی طلبہ کھینچے گئے اور فتح پوری مدرسہ علمی لحاظ سے علوم و فنون کے لحاظ سے سارے ہندوستان کا مرکز بن گیا۔

مولانا قطب الدین کا علمی مقام | مولانا کے تدریس کے دوسرے سال مدرسہ کے اپنے طلبہ کے علاوہ ایک سو پالیس اونچی استعداد کے طلباء رامپور وغیرہ سے یہاں جمع ہو گئے۔ مولانا سیف الرحمن اور مولانا قطب الدین صاحب ہر دو حضرات نے دورہ حدیث قطب الامشا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے پڑھا تھا۔ اور حضرت مولانا سیف الرحمن اس زمانہ میں مشاہیر محدثین میں سے تھے۔ لہذا دورہ حدیث کی کتابیں آپ ہی پڑھاتے۔ ایک دفعہ حبیب حضرت مولانا صاحب علیل ہو گئے۔ اور بیماری ممتد ہو گئی تو آپ نے دورہ حدیث

کے طلبہ کو حکم دیا کہ میری بیماری کے دوران دورۂ حدیث شریف کے اسباق مولانا قطب الدین صاحب سے شروع کریں۔ طلبہ نے حضرت مولانا قطب الدین صاحب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کر دی کہ مولانا نے اجازت دی ہے۔ تو حضرت مولانا قطب الدین صاحب نے کتابوں میں اسباق کی جگہ معلوم کئے بغیر فرمایا کہ کل انشاء اللہ پڑھاؤں گا۔ کل تشریف لائے۔ جگہ دریافت کی۔ اور فی البدیہہ کامل تحقیق مذاہب اور تفصیل قطبیت احادیث نیز ترجیح مذاہب امام ابو حنیفہ میں تقریر کی تو طلباء متحیر ہو گئے کہ ہم تو انہیں ایک فلسفی عالم سمجھتے۔ مگر آپ تو احادیث کے بھی سمندر نکلے۔ چند دن آپ سے دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد طلباء کی رائے یہ ہوئی کہ آپ حضرت مولانا سیف الرحمن سے تحقیقات فرمانے میں بڑھ کر ہیں۔ الغرض داخلہ کے بعد میں تین سال مدرسہ فتح پوری پڑھتا رہا۔ اور اس عرصہ میں حمد اللہ، میرزا قطبی، میرزا زاید، ملا جلال، قاضی مبارک صدرا، میرکلاں، تصریح، اقلیدس پڑھیں۔ سوائے تصریح کے جو میں نے مولانا عبد المنان صاحب باجوڑی سے پڑھی باقی یہ سب کتابیں مولانا قطب الدین صاحب سے پڑھیں۔

مولانا پور دل صاحب | میری اس سہ سالہ مدت طالب علمی میں ایک مرتبہ مولانا قطب الدین صاحب بعض مجبوریوں کی بنا پر گھر سے نہ آ سکے اور مدرسہ سے معذرت کی تو مولانا سیف الرحمن صاحب نے مولانا کی جگہ مدرسہ نعمانیہ دہلی کے صدر مولانا پور دل قندھاری کو ۵۰ روپے ماہوار پر طلب فرمایا، اور انہوں نے بخوشی دعوت قبول کی۔ مدرسہ نعمانیہ میں ان کی تنخواہ چالیس روپے تھی۔ جب مولانا نے یہاں آکر تدریس شروع کی تو دوسرے دن مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم معہ اپنے اہل و عیال کی منت سماجت کرنے مولانا کے پاس حاضر ہوئے اور تنخواہ بھی دس روپے بڑھا دی اور انہیں اپنے مدرسہ میں واپس آنے پر مجبور کیا۔ اور مولانا پور دل صاحب ان وجوہات کی بنا پر مدرسہ نعمانیہ ہی میں رہ گئے۔ بعد میں جب کوئی پوچھتا کہ آپ نے کیوں رائے بدل دی تو مولانا کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی اور اردو بھی گلابی سی تھی۔ تو فرماتے کہ ”پچاس ادھر ہو گیا پچاس ادھر ہو گیا اور بندہ حیران ہو گیا۔“

مولانا غلام نبی گلاؤٹھی اور مولانا قاضی پوری صاحب | ان کے بعد مولانا سیف الرحمن صاحب نے مولانا قطب الدین صاحب کی جگہ پر ان کے ایک تلمیذ خاص مولانا غلام نبی صاحب گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کو طلب کیا۔ مولانا غلام نبی صاحب کی متحرک علمی کی وجہ سے مولانا سیف الرحمن صاحب انہیں علم کا عیلا کہتے۔ اتفاق کی بات کہ مولانا غلام نبی صاحب بھی دو ہفتے کے بعد مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو مولانا سیف الرحمن صاحب نے اکثر طلبہ کے مشورہ پر علاقہ چھچھ کے موضع قاضی پور سے قاضی پور مولوی صاحب کو دعوت دی جو ایک ممتاز عالم تھے۔ مولوی صاحب فتح پور تشریف لائے۔ مگر چونکہ منہتی تھے۔ اور بکثرت اسباق میں شبہات اور

اعتراضات کرتے رہتے اور قاضی پوری مولوی صاحب کے اردو تلفظ میں مادری زبان ہند کو بھی مخلوط ہوتی لہذا ہر طالب العلم کے اعتراض کا مولانا صاحب کی طرف سے میں مسکت جواب دیتا اور مولانا صاحب میرے حق میں بڑی دعائیں دیتے اور مجھ سے بے حد راضی رہے۔ لیکن مولانا موصوف بھی جب بعض وجوہات کی بناء پر ایک ماہ بعد مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تو مولانا سیف الرحمن نے ایک بار پھر سخت اصرار اور التجا کی، مولانا قطب الدین صاحب سے التجا ظاہر کی۔ مولانا قطب الدین صاحب مجبوراً اسی تمنا اور التجا کو پورا کرنے سال کے دوران ہی مدرسہ فتح پوری دوبارہ تشریف لائے اور عہدہ مدرسہ سنبھالا۔

مولانا عبید اللہ سندھی | مدرسہ فتح پوری میں میرا دوسرا یا تیسرا سال تھا کہ مولانا عبید اللہ سندھی صاحب نے مدرسہ کے شمالی دروازہ کے اوپر والی عمارت کرایہ پر لی۔ اور اس عمارت میں رہنے لگے ان کی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک اور شوخی تھی۔ آپ کی نشست اسی عمارت میں ہوتی اور فارغ التحصیل طلباء کو تکمیل کے طور پر حجتہ اللہ البالغہ کا درس دیتے اور ہر طالب العلم کو درجہ تکمیل میں پچاس روپے ماہوار وظیفہ دیتے۔
خفیہ مشورے اور سفر کابل | جب حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب اپنے اسباق سے فارغ ہو جاتے تو وہ اور مولانا سندھی مسجد فتح پوری کے محراب میں خفیہ مشورے کرنے لگتے، کسی کو ان باتوں کی خبر نہ ہوتی، نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مولانا سیف الرحمن صاحب نے انگریزی فوج میں بھرتی ہونے کے بارہ میں فتویٰ مرتب کیا اور اسکی اشاعت ایک معتمد ذمہ دار شخص کے سپرد کر دی۔ خود اس فتویٰ کی اشاعت سے تین روز قبل حضرت حاجی صاحب تنگ زنی مرحوم کے پاس مہمند اور پھر وہاں سے کابل چلے گئے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اس کے چند روز بعد کابل تشریف لے گئے۔ اور مولانا شیخ الہند نے عرب کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان دنوں خلافت کمیٹی کے جلسوں کی گرمی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے دم سے تھی۔ اور مولانا آزاد جو امام الہند کے نام سے ملقب تھے، کبھی کبھی کلکتہ سے ان جلسوں میں شرکت کرنے دہلی آتے۔

منڈ میں قیام | تین سال گزرے تھے کہ مولانا قطب الدین صاحب غور غشتی کو منڈ و ضلع علی گڑھ میں مولانا محمد علی صاحب مشہور محدث اور معنوی عالم کی جگہ منصب صدارت پر طلب کیا گیا۔ میں بھی ۱۳۳۳ھ میں مولانا صاحب کے ساتھ منڈ چلا گیا۔ اور مولانا عبدالسلام قندھاری (جو میرے ہم عصر) تھے بھی ساتھ ہی تھے جنہیں معنولات کی اکثر کتابیں ازبر تھیں۔ اور غنص کا حافظہ تھا۔ وہاں میں اور مولانا عبدالسلام قندھاری اور درجہ علیا کے دیگر طلبہ نے شرح مطالع از اول تا بحث تناقض اور شرح اشارات از اول تا منطق تاسع، خیالی اور شرح چغینی پڑھیں۔

رفات اور علمی نوک جھونک | شرح اشارات کے درس کے دوران تقریباً تین ماہ تک میرے اور

مولانا عبدالسلام قندھاری کے درمیان علمی نوک جھڑنک اور مناظرے جاری رہتے، جب ہمارے مناظرے طویل پکڑ گئے اور رفقاء درس طلباء تنگ آ گئے، تو مولانا قطب الدین صاحب سے درخواست کی کہ ہم تو آپ سے پڑھنے آئے ہیں ان دونوں کے مناظرے سنے تو نہیں آئے۔ مولانا صاحب نے فرمایا جاہلو امیر پڑھانے سے ان دونوں کے یہ مناظرے تمہارے لئے زیادہ مفید ہیں۔ اس طرح آپ کو بہت سے علوم مستحضر ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے منڈو میں پٹھان طلبہ آدھے میرے اور آدھے مولانا عبدالسلام کے طلبہ ہوتے۔ چونکہ مولانا عبدالسلام اردو نہیں جانتے تھے، اس لئے ہندوستانی اور بنگالی طلباء بھی میرا ساتھ دیتے، دونوں کے طلباء میں اختلاف رہتا۔ میرے طلباء مجھے ترجیح دیتے تھے۔ اور مولانا کے شاگرد انہیں پڑھاتے رہتے۔ اسی باہمی تغافل کا اختلاف بڑھتے بڑھتے شدت اختیار کر گیا۔ تو مولانا قطب الدین کو اس بارہ میں فیصلہ کرنے کا حکم بنایا کہ ان کے فیصلے پر عمل ہوگا۔

ایک دن دونوں جماعتوں کے نمائندہ افراد نماز عصر کے بعد اس امر کا فیصلہ کرانے مولانا قطب الدین صاحب کے پاس جمع ہو گئے۔ مولانا نے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ دونوں ذہین ہیں۔ آپ باتیں اور یہ اختلاف چھوڑ دیں۔ لیکن طلباء نے اس پر اکتفاء نہ کیا اور اصرار بڑھتا گیا کہ ضرور فیصلہ فرمادیں ورنہ اختلاف مزید بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ تو حضرت مولانا نے مجبوراً فرمایا کہ: مولانا عبدالسلام کی معلومات اتنی ہیں کہ اگر کسی ایک مقام پر بحث شروع کر دیں تو ایک دن میں بھی ان کی تحقیقات ختم نہیں ہو سکیں گی۔ اس لئے کہ ان کا حافظہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگر مولوی خان بہادر کسی ایک مقام کے توجیہات شروع کر دیں تو کمال ذہانت کی وجہ سے ان کی توجیہات کئی روز تک ختم نہ ہو سکیں گی۔ کیونکہ یہ زیادت ذہانت کی بناء پر مجتہد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مولانا عبدالسلام صاحب حافظ ہیں۔ اور مولانا خان بہادر مجتہد ہیں۔ الغرض منڈو میں میں نے تین سال گزارے اور ۱۳۳۵ھ میں میں دیوبند چلا گیا۔

(باقی آئندہ)

- ★ — غصہ تھوڑی دیر کی اور غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہے۔
- ★ — دلکش کتب سے بہتر اور کوئی سامان آرائش نہیں ہوتا۔
- ★ — برداشت عقلمند آدمی کا وہ صبر ہے، جس کا مظاہرہ وہ جاہل کی باتیں سنے کے وقت کرتا ہے۔
- ★ — دلائل کو مضبوط کرنے کی بجائے آواز کو بلند نہیں کرنا چاہئے۔
- ★ — دلائل جتنے کمزور ہوں گے، الفاظ اتنے ہی سخت ہوں گے۔
- ★ — عقلمند دوسروں کی اور بیوقوف اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔